مختصر المعانی

احوالِ مسند

1. حذفِ مسند

حذفِ مسند کی صورتیں

(أمّا ترکه فلِما مرّ) في حذف المسند إليه

1 ۔ احتراز عن العبث۔
2 ۔ عقل و لفظ دو دلیلوں میں اقوی پر اعتماد کرتے ہوئے ۔
3 ۔ سامع کی بیدار مغزی کو پرکھنے کے لیے ۔
4 ۔ سامع کی بیدار مغزی کی مقدار کو پرکھنے کے لیے ۔
5 ۔ مقام کی تنگی کی وجہ سے ۔
6 ۔ مسند کو اپنی زبان سے محفوظ رکھنے کے لیے ۔
7 ۔ اپنی زبان کو مسند کے زکر سے محفوظ رکھنے کے لیے ۔
8 ۔ مسند کے معیّن ہونے کی وجہ سے ۔
9 ۔ مسند کے معین ہونے کا دعویٰ کرنے کے لیے ۔
10۔ اختصار کے لیے ۔
11۔ مقام کی تنگی کی وجہ سے ۔

حذف مسند کی مثالیں :
مصنف نے حذفِ مسند کی سات مثالیں دیں ہیں ۔

مسند کے حذف کی پہلی مثال :
(کقوله:) وَمَنْ يَكُ أَمْسَى بِالْمَدِيْنَةِ رَحْلُهُ * (فَإِنِّيْ وَقَيَّارٌ بِهَا لَغَرِيْبُ) الرحل هو المنزل والمأوى، و قيّار اسم فرس أو جمل للشاعر وهو ضابئ بن

الحارث كذا في "الصحاح"، ولفظ البيت خبر ومعناه التحسّر والتوجّع

(وَمَنْ يَكُ أَمْسَى بِالْمَدِيْنَةِ رَحْلُهُ * (فَإِنِّيْ وَقَيَّارٌ بِهَا لَغَرِيْبُ)
اور جس کا ٹھکانا مدینہ میں ہو جائے (تو ہوا کرے)
بے شک میں اور قیار تو مدینہ میں مسافر ہیں

پھر شارح " رحل " کا معنی بیان کرتے ہیں کہ وہ " منزل " یعنی گھر اور " مأوٰی " یعنی ٹھکانا ہے ۔
پھر شارح " قیّار " کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس میں تین اقوال ہیں ۔
پہلے دو تو اس کتاب میں ہیں اور تیسرا بعض نسخوں میں ہے۔
1 ۔ یا تو " قیار " شاعر کے گھوڑے کا نام ہے ۔
2 ۔ یا شاعر کے اونٹ کا نام ہے ۔
3 ۔ یا شاعر کے غلام کا نام ہے ۔

پھر شاعر کا نام بتاتے ہیں کہ اس کا نام " ضابئ بن حارث " ہے ۔
پھر کہتے ہیں کہ شعر کے الفاظ اگرچہ خبر پر دلالت کر رہے ہیں لیکن اس کا معنی انشاء والا ہے کیوں کہ اس میں حسرت اور غم کا اظہار پایا جا رہا ہے ۔

فالمسند إلى قيّار محذوف لقصد الاختصار والاحتراز عن العبث بناءً على الظاهر مع ضيق المقام بسبب التوجّعِ ومحافظةِ الوزن،

مزکورہ شعر میں قیّار کا مسند محذوف ہے اور حذف مسند کی درج ذیل 5 وجوہات ہیں:
1۔ اختصار کے لیے۔ 2۔ بظاہر عبث سے احتراز کرنے کے لیے ۔
3۔ مقام کی تنگی کی وجہ سے ۔
4۔ درد اور غم کے سبب۔ 5۔ وزن کی محافظت کی وجہ سے۔

ولا يجوز أن يكون قيّارٌ عطفاً على محلّ اسم إنّ وغريبٌ خبراً عنهما لامتناع العطف على محلّ اسم إنّ قبلَ مُضِيِّ الخبر لفظاً أو تقديراً،

اعتراض : آپ نے " قیّارٌ " کی خبر محذوف نکالی ہے لیکن اگر آپ " قیّارٌ " کو " إنَّ " کے اسم کے محل پر عطف کر دیتے تو " غریب " ان دونوں کی خبر بن جاتا اور مسند کو محذوف ماننے کی ضرورت نہ پڑتی۔

جواب :
ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ قاعدہ ہے کہ :
" إنّ کے اسم کے محل پر عطف تب ہی جائز ہو گا جب اس کی خبر لفظاً یا تقدیراً گزر چکی ہو " .

وأمّا إذا قدّرنا له خبراً محذوفاً فیجوز أن یکون ھو عطفاً علی محلّ اسم إنّ لأنّ الخبر مقدّم تقدیراً فلا یکون مثلَ إنّ زیداً وعمرو ذاھبان بل مثلَ إنّ زیداً وعمرو لذاھب وھو جائز، ویجوز أن یکون مبتدأً والمحذوف خبرَہ والجملة بأسرھا عطف علی جملةِ إنّ مع اسمھا وخبرھا

اور جب ہم " قیار " کی خبرمحذوف مان لیں گے تو پھر یہ جائز ہو جائے گا کہ ہم اس کو (یعنی قیار کو) إنّ کے اسم کے محل پر معطوف بنا دیں کیوں کہ اس صورت میں خبر مقدم ہو گی تقدیراً ۔ تو یہ شعر درج ذیل مثال کی مثل نہ ہوگا ۔
(إنّ زیداً وعمرو ذاھبان)
کیوں کہ اس میں " عمرو " کو " إنّ " کے اسم کے محل پر خبر کے گزرنے سے پہلے معطوف کیا گیا ہے جو کہ ممنوع ہے ۔ (کیوں کہ اس میں ایک معمول " ذاھبان " پر دو عاملوں " إنّ اور ابتداء " کا اجتماع لازم آرہا ہے) ۔
بلکہ (إنّ زیداً وعمرو لذاھب) کی مثل ہو گا کیوں کہ اس میں بھی " عمرو " کی خبر محذوف مانی گئی ہے اور پھر اس کو " إن " کے اسم کے محل پر معطوف مانا گیا ہے اور ہمارے پیش کیے گئے شعر میں بھی " قیار " کی خبر محذوف مانی گئی ہے اور پھر اس کو " إنّ " کے اسم محل پر معطوف کیا گیا ہے۔

ويجوز أن يكون مبتدأً والمحذوف........
اور پھر شارح کہتے ہیں کہ یہ بھی جائز ہے کہ مبتدا اور اس کی محذوف خبر کو جملہ بنا کر إنّ اور اس کے اسم و خبر پورے جملے پر معطوف کر دیا جائے ۔

حذف مسند کی دوسری مثال :
وكقوله: نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا وَأَنْتَ بِمَا *
عندَكَ رَاضٍ وَالرَأْيُ مُخْتَلِفُ
ترجمہ : " ہمارے پاس جو ہے ہم اس سے مطمئن ہیں اور جو کچھ آپ کے پاس ہے اس سے آپ مطمئن ہیں لیکن رائے مختلف ہے " ۔

فقوله: " نَحْنُ " مبتدأ محذوفُ الخبرِ لما ذكر . أي: نحن بما عندنا راضون، فالمحذوف ههنا هو خبر الأوّل بقرينة الثاني وفي البيت السابق بالعكس

شارح فرماتے ہیں کہ مذکورہ مثال میں " نَحْنُ " مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے ۔ خبر کے محذوف ہونے کی وجوہات وہی ہیں جو پہلی مثال میں تھیں یعنی :
1۔ اختصار کے لیے۔
2۔ بظاہر عبث سے احتراز کرنے کے لیے ۔
3۔ مقام کی تنگی کی وجہ سے ۔
4۔ وزن کی محافظت کی وجہ سے۔

اور کہتے ہیں کہ پچھلی مثال میں تو دوسرے مبتدا کی خبر محذوف تھی اور قرینہ پہلے آنے والے إنَّ کی خبر تھا لیکن اس مثال میں اس کا برعکس ہے ۔ یہاں پہلے مبتدا کی خبر محذوف ہے اور قرینہ دوسرے مبتدا کی خبر ہے ۔

حذف مسند کی تیسری مثال:
" وقولك: " زيد منطلق وعمرو " أي: وعمرو منطلق، فحذف للاحتراز عن العبث من غير ضيق المقام

“

شارح فرماتے ہیں کہ اس مثال میں حذفِ مسند صرف احتراز عن العبث کی وجہ سے ہے مقام کی تنگی کی وجہ سے نہیں ہے ۔

حذفِ مسند کی چوتھی مثال :
[وقولك: ((خرجت فإذا زيد))] أي: موجود أو حاضر أو واقف أو بالباب أو ما أشبه ذلك فحذف لما مرّ مع اتّباع الاستعمال؛ لأنّ ((إذا)) المفاجأةِ تدلّ على مطلق الوجود وقد ينضمّ إليها قرائن تدلّ على نوع خصوصيّة كلفظ الخروج المُشعِر بأنّ المراد: فإذا زيد بالباب أو حاضر أو نحو ذلك

شارح کہتے ہیں کہ اس مثال میں مسند ” موجود “ یا ” حاضر “ یا ” واقف “ یا ” بالباب “ وغیرہ کو درج ذیل دو وجوہات کی بناء پر حذف کیا گیا ہے ۔
1 ۔ احتراز عن العبث
2 ۔ اتباع استعمال
حذف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ((إذا)) المفاجأة مطلق وجود پر دلالت کرتا ہے ۔ اور بعض اوقات اس کے ساتھ قرینہ مل جاتا ہے تو پھر یہ خاص نوع پر دلالت کرتا ہے ۔ جیسے مزکورہ مثال میں لفظ ” خروج “ سے پتا چل رہا ہے کہ مسند ” بالباب “ یا ” حاضر “ یا اس کی مثل ہے ۔

حذفِ مسند کی پانچویں مثال :
وقوله: إِنَّ مَحَلاً وَإِنَّ مُرْتَحَلاً * وَإِنَّ فِي السَفْرِ إِذْ مَضَوْا مَهَلاً (أي:) إنّ (لنا في الدنيا) حلولاً (ولنا عنها) إلى الآخرة ارتحالاً، والمسافرون قد توغّلوا في المُضِيّ لا رجوع لهم ونحن على أثَرِهم عن قريب، فحذف المسند الذي هو ظرف قطعاً لقصد الاختصار والعدول إلى أقوى الدليلين أعني: العقلَ ولضيق المقام أعني: المحافظة على الشِعر ولاتّباع الاستعمال لاطّراد الحذف في مثل { إنّ مالاً وإنّ ولداً } وقد وضع سيبويه في كتابه لهذا باباً فقال: هذا بابُ { إنّ مالاً وإنّ ولداً }.

یہاں پر " إنَّ مَحَلاً " اور " إنَّ مُرْتَحَلاً " دونوں کا مسند محذوف ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے - " إنّ (لنا في الدنيا) حلولاً (ولنا عنها) إلى الآخرة ارتحالاً " . یعنی ہمارے لیے دنیا میں اترنا ہے اور ہمارے لیے اس سے آخرت کی طرف کوچ کرجانا ہے .اور مسافروں نے جانے میں اتنا مبالغہ کیا ہے ان کا لوٹنا ممکن نہیں ہے اور ہم ان کے نقش قدم پر قریب ہیں -
اس مثال میں مسند کو حذف کیا گیا ہے جو کہ قطعی طور پر ظرف تھا (پچھلی مثال " خرجت فاذا ...." کے بر خلاف کیوں کہ اس میں مسند قطعی طور پر ظرف نہیں تھا) - یہاں پر مسند کو حذف کرنے کی درج ذیل وجوہات ہیں :
1 - قصد اختصار کی وجہ سے .
2 - عقل و لفظ دو دلیلوں میں سے اقوی (عقل) کی طرف عدول کرنے کے لیے .
3 - مقام کی تنگی یعنی وزن شعر کی حفاظت کی وجہ سے .
4 - اتباع استعمال کی وجہ سے کیوں کہ { إنّ مالاً وإنّ ولداً } جیسی مثالوں میں مسند کو حذف کرنا عام ہے -
(إنّ کا تکرار ہو اور اس کے اسم متعدد ہوں چاہے نکرہ ہوں جیسے مذکورہ مثال یا معرفہ ہوں جیسے { إنّ زيدا و إنّ عمروا } تو عام پر مسند کو حذف کر دیا جاتا ہے)
اور امام سیبویہ نے اپنی کتاب میں اس بارے میں ایک باب وضع کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ { إنّ مالاً وإنّ ولداً } کا باب ہے۔

حذفِ مسند کی چھٹی مثال :
(وقوله تعالى: ﴿قُل لَّوۡ أَنتُمۡ تَمۡلِكُونَ خَزَآئِنَ رَحۡمَةِ رَبِّيٓ﴾ [بني إسرائيل:١٠٠])
فقوله { أنتم } ليس بمبتدأ لأنّ { لَوْ } إنّما تدخل على الفعل بل هو فاعل فعل محذوف والأصل: { لو تملكون تملكون } فحذف الفعل احترازاً عن العبث لوجود المفسّر ثم أبدل من الضمير المتّصل ضمير منفصل على ما هو القانون عند حذف العامل، فالمسند المحذوف ههنا فعل وفيما سبق اسم أو جملة .

اللہ تعالیٰ کے فرمان : ﴿قُل لَّوۡ أَنتُمۡ تَمۡلِكُونَ خَزَآئِنَ رَحۡمَةِ رَبِّيٓ﴾ میں " أَنتُمۡ " مبتدا نہیں ہے بلکہ فعل محذوف کا فاعل ہے کیوں کہ اس سے پہلے " لَوۡ " آیا ہے اور قاعدہ ہے کہ " لَوۡ " صرف فعل پر داخل ہوتا ہے ۔ اصل عبارت یہ تھی :

{ لو تملکون تملکون }

پہلے فعل کو مفسِّر کے پائے جانے کی وجہ سے عبث سے احتراز کرتے ہوئے حذف کردیا اور پھر قاعدہ کے مطابق ضمیر متصل کو ضمیر منفصل سے بدل دیا ۔

قاعدہ : مُتَّصَل بہ کے معدوم ہونے کے وقت مُتَّصِل کے عوض منفصل لایا جائے گا ۔

پچھلی پانچ مثالوں اور اس مثال میں یہ فرق ہے کہ ان میں محذوف مسند اسم یا جملہ تھا اور اس مثال میں محذوف مسند فعل ہے ۔

حذفِ مسند کی ساتویں مثال :

(وقولُه تعالى: ﴿فَصَبۡرٞ جَمِيلٞۖ﴾ [يوسف:١٨]، يحتمل الأمرين) حذف المسند أو المسند إليه (أي:) { فصبر جميل (أجمل } أو { فأمري صبر جميل }) ففي الحذف تكثير للفائدة بإمكان حمل الكلام على كلٍّ من المعنيين بخلاف ما لو ذُكِر فإنّه يكون نصًّا في أحدهما

اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَصَبۡرٞ جَمِيلٞۖ﴾ میں دو احتمالات ہیں ۔ مسند بھی محذوف ہو سکتا ہے اور مسند الیہ بھی ۔

اگر مسند محذوف ہو تو اصل عبارت { فصبر جميل أجمل } ہو گی ۔ اور اگر مسند الیہ مسند الیہ محذوف مانیں تو اصل عبارت { فأمري صبر جميل } ہوگی ۔ حذف کرنے میں فایدہ زیادہ ہے کیوں کہ پھر کلام کو دونوں معنوں (حذف مسند اور حذف مسند الیہ) پر محمول کرنا ممکن ہو گا ۔ لیکن اگر زکر کردیں تو پھر ایک معنی میں نص ہو جائے گا ۔

(ولا بدّ) للحذف (من قرينة) دالّة عليه ليفهم منه المعنى (كوقوع الكلام

جواباً لسؤال محقّق نحو: ﴿وَلَئِن سَأَلۡتَهُم مَّنۡ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُۚ﴾ [لقمان:٢٥]) أي: خلقهنّ الله، فحُذف المسند؛ لأنّ هذا الكلام عند تحقّق ما فُرِض من الشرط والجزاء يكون جواباً عن سؤال محقّق، والدليل على أنّ المرفوعَ فاعلٍ والمحذوفَ فعله أنه جاء عند عدَم الحذف كذلك كقوله تعالى: ﴿وَلَئِن سَأَلۡتَهُم مَّنۡ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡعَلِيمُ﴾ [الزخرف:٩]، وكقوله تعالى: ﴿قَالَ مَن يُحۡيِ ٱلۡعِظَٰمَ وَهِيَ رَمِيمٞ (٧٨) قُلۡ يُحۡيِيهَا ٱلَّذِيٓ أَنشَأَهَآ أَوَّلَ مَرَّةٖۖ﴾ [يس:٧٨-٧٩].

پھر مصنف کہتے ہیں کہ مسند کو حذف کرنے کے لیے کسی قرینہ کا پایا جانا ضروری ہے جو اس محذوف پر دلالت کرے تاکہ اس سے معنی سمجھ آجائیں ۔
پھر مصنف نے قرینہ کی دو مثالیں دیں ہیں جو درج ذیل ہیں ۔

قرینہ کی پہلی مثال :
کلام سوال محقق کے جواب میں واقع ہو ۔ جیسے :
﴿وَلَئِن سَأَلۡتَهُم مَّنۡ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُۚ﴾ [لقمان:٢٥]) یعنی : خلقهنّ الله ۔
یہاں مسند کو حذف کیا گیا ہے اور قرینہ یہ ہے کہ وہ سوال محقق کے جواب میں واقع ہو رہا ہے ۔

لأنّ هذا الكلام---------
اعتراض : یہاں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے سوال محقق کی جو مثال پیش کی ہے وہ درست نہیں ہے کیوں کہ یہاں پر یہ شرط و جزاء ہیں سوال جواب نہیں ہیں ۔
جواب : یہ کلام اس چیز کے متحقق ہونے کے وقت جو شرط و جزاء سے فرض کی گئی ہے سوال محقق کا جواب ہے ۔

والدليل على أنّ المرفوعَ ----- -- -----
اعتراض:
اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے اسم جلالت " اللہ " کو مبتدا کیوں نہیں بنایا ۔
اس کو مبتدا بنا دیتے اور محذوف کو خبر بنا دیتے ۔

مصنف کہتے ہیں کہ عبارت میں مرفوع فاعل ہے اور محذوف اس کا فعل ہے اس بات پر دلیل یہ ہے کہ عدم حذف کے وقت بھی اسی طرح ہے ۔
جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان :
﴿وَلَئِن سَأَلۡتَهُم مَّنۡ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡعَلِيمُ﴾ [الزخرف:٩]
اور :
﴿قَالَ مَن يُحۡيِ ٱلۡعِظَٰمَ وَهِيَ رَمِيمٞ (٧٨) قُلۡ يُحۡيِيهَا ٱلَّذِيٓ أَنشَأَهَآ أَوَّلَ مَرَّةٖۖ﴾ [يس:٧٨-٧٩].

قرینہ کی دوسری مثال :
(أو مقدّرٍ) عطف على ﴿محقّق} (نحو) قول ضرار بن نهشل يرثي يزيد بن نهشل (وَلْيُبْكَ يزيدُ) كأنه قيل: {مَن يبكيه} فقال: (ضَارِعٌ) أي: يبكيه ضارعٌ ذليل (لِخُصُوْمَةٍ) لأنه كان ملجأً للأذِلاّءِ وعوناً للضُعَفاء، تمامه: وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَوَائِحُ، والمختبط هو الذي يأتي إليك للمعروف من غير وسيلة، والإطاحة الإذهاب والإهلاك، و {الطوائح } جمع { مُطيحة } على غير القياس كـ {لَوَاقِح} جمع {مُلْقِحة} و {ممّا} يتعلّق بـ{مختبط} و{مَا} مصدريّة أي: سائل يسئل من أجل إذهاب الوقائع مالَه، أو بـ{يبكي} المقدّرِ أي: يبكي لأجل إهلاك المنايا يزيدَ .

قرینہ کی دوسری مثال :
کلام سوال مقدر کے جواب میں واقع ہو ۔ جیسے ضرار بن نہشل کا قول جو اس نے یزید بن نہشل کے مرثیہ میں کہا تھا :
وَلْيُبْكَ يزيدُ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَوَائِحُ،
چاہئے کہ یزید رویا جائے ہر ایک عاجز خصومت کے وقت اور بغیر وسیلے کے سوال کرنے والا ۔ حوادثات زمانہ کے اس کے مال کو ہلاک کر دینے کی وجہ سے ۔
جب " وَلْيُبْكَ " کہا تو سوال ہوا کون روئے ؟ جواب دیا : ضَارِعٌ ذليل لِخُصُوْمَةٍ ۔ کیوں کہ یزید کمزوروں اور ضعیفوں کی پنا گاہ اور مددگار تھا ۔

المختبط : وہ ہے جو تمہارے پاس احسان مانگنے آئے بغیر وسیلے کے ۔
احاطہ : ہلاک کرنا اور ضایع کرنا ۔
{الطوائح} خلاف قیاس { مُطیحة } کی جمع ہے ۔ جیسے {لَوَاقِح} {مُلْقِحة} کی جمع ہے ۔
اور {ممّا} متعلق ہے {المختبط} کے اور { ما } مصدریہ ہے ۔
اس صورت میں معنی ہوگا :
سائل سوال کرے اس وجہ سے کہ حوادث نے اس کے مال کو ضائع کر دیا ہے -
اور اگر {ممّا} کو " یبکی "کے ساتھ مقید کریں تو یہ معنی ہو گا ،
روئے اس وجہ سے کہ موتوں نے یزید کو ختم کر دیا .

(وفضلُه) أي: رجحان نحو ((لِيُبْكَ يزيدُ ضارعٌ)) مبنيًّا للمفعول (على خلافه يعني: ((لِيَبْكِ يزيدَ ضارعٌ)) مبنيًّا للفاعل ناصباً ليزيد ورافعاً لضارع (بتكرار الإسناد) بأن أُجمِل أوّلاً (إجمالاً ثم) فُصِّل ثانياً (تفصيلاً) أمّا التفصيل فظاهر وأمّا الإجمال فلأنه لمّا قيل: ((لِيُبْكَ)) عُلِم أنّ هناك باكياً يُسنَد إليه هذا البكاء؛ لأنّ المسند إلى المفعول لا بدّ له من فاعل محذوف أقيم المفعول مقامه، ولا شكّ أنّ المتكرِّر أوكد وأقوى وأنّ الإجمال ثم التفصيل أوقع في النفس

مصنف کہتے ہیں کہ اگر ((لِيُبْكَ يزيدُ ضارعٌ)) میں فعل مجھول پڑھیں تو یہ اپنے برعکس یعنی فعل معروف ((لِيَبْكِ يزيدَ ضارعٌ)) پر افضل ہے -

فضیلت کی وجہیں:
1- پہلی وجہ : کیوں کہ فعل مجھول میں اسناد کا تکرار پایا جا رہا ہے ۔
اور وہ اس طرح کہ پہلے اجمالاً اسناد ہے اور پھر تفصیلاً ۔
تفصیلاً اسناد تو ظاہر ہے (کیوں کہ جب " يبكي " کو " ضارع " کی طرف منسوب کیا تو فاعل بطور تنصیص مزکور ہوگیا) ۔
بہر حال اجمالاً اسناد اس طرح ہے کہ جب " لِيُبْكَ " کہا گیا تو معلوم ہو

گیا کہ یہاں " باکیاً " موجود ہے جس کی طرف " بکاء " منسوب ہے ۔
کیوں کہ قاعدہ ہے کہ مسند الی المفعول (فعل مجھول) کا فاعل محذوف ہوتا ہے اور اس کی جگہ مفعول کو قائم کیا جاتا ہے۔
اور پھر شارح اسنادِ تکرار کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ :
" اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ متکرِر زیادہ پختہ اور اقوٰی ہوتا ہے اور پہلے اجمالاً اور پھر تفصیلاً بیان کرنا ذہن میں زیادہ واقع ہوتا ہے " ۔

2۔ فضیلت کی دوسری وجہ :
(وبوقوع نحو ((يزيد)) غيرَ فَضلة) لكونه مسنداً إليه لا مفعولاً كما في خلافه

فعل مجھول کی فضیلت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ فعل مجھول کی صورت میں " یزید " اضافی کلمہ نہیں ہوگا کیوں کہ وہ مسند الیہ ہوگا مفعول نہیں ہوگا جبکہ فعل معروف میں وہ مفعول یعنی اضافی کلمہ ہوگا ۔

3 ۔ فضیلت کی تیسری وجہ :
(وبكون معرفة الفاعل كحصول نعمة غير مترقّبة لأنّ أوّل الكلام غير مُطمِع في ذكره) أي: ذكرِ الفاعل لإسنادِ الفعل إلى المفعول وتمامِ الكلام به، بخلاف ما إذا بني للفاعل فإنّه مُطمِع في ذكر الفاعل؛ إذ لا بدّ للفعل من شيء يُسنَد هو إليه

فعل مجھول کی فضیلت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں فاعل کی معرفت نعمت غیر مترقبہ کے حصول کی طرح ہوگی ۔ کیوں کہ فعل کی اسناد مفعول کی طرف ہونے اور اس کے ساتھ کلام مکمل ہو جانے کی وجہ سے اول کلام فاعل کے زکر کی امید نہیں دلا رہا ۔
اس کے برعکس فعل معروف فاعل کے زکر کی امید دلاتا ہے کیوں کہ فعل کے لیے ایسی چیز کا پایا جانا ضروری ہے جس کی طرف وہ منسوب ہو ۔

احوال المسند

دوسری حالت

ذکرِ مسند

صفحہ نمبر 205

ذكر المسند (فلما مرّ) في ذكر المسند إليه من كون الذكر هو الأصل مع عدم المقتضي للعدول ومن الاحتياط لضعف التعويل على القرينة مثل:
﴿خَلَقَهُنَّ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡعَلِيمُ﴾[2] [الزخرف:٩]، ومن التعريضِ بغباوة السامع نحو:
((محمد نبينا صلى الله عليه وآله وسلم))
في جواب من قالَ ((من نبيكم)) وغيرِ ذلك. (أو) لأجل (أن يتعيّن) بذكر المسند (كونه اسماً) فيفيد الثبوت والدوام (أو فعلاً) فيفيد التجدّد والحدوث

مسند کو زکر کرنے کی وجوہات .
1 . کیوں کہ ذکر کرنا اصل ہے . جب تک اس سے عدول کرنے کا کوئی مقتضی نا پایا جائے . جیسے :
(زید صالح)

2 . قرینہ پر اعتماد کے ضعیف ہونے کی وجہ سے احتیاط کرتے ہوئے. جیسے :
﴿خَلَقَهُنَّ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡعَلِيمُ﴾[2] [الزخرف:٩]

3 . سامع کی کند ذہنی پر اشارہ کرتے ہوئے . جیسے :
((من نبیکم ؟)) کہنے والے کے جواب میں ((محمد نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)) کہنا .

4 . وضاحت اور پختگی کی زیادتی کی وجہ سے .
5 . اظہارِ تعظیم کے لیے .
6 . اظہارِ اہانت کے لیے .
7 . ذکر مسند سے تبرک حاصل کرنے کے لیے .
8 . مسند کا اسم ہونا متعین ہو جائے تاکہ " ثبوت " اور " دوام " کا فایدہ دے .
9 . مسند کا فعل ہونا متعین ہو جائے تاکہ " تجدد " اور " حدوث " کا فایدہ دے .

احوالِ مسند

تیسری حالت

افرادِ مسند

206 تا 209

افراد المسند

(وأمّا إفراده) أي: جعل المسند غير جملة (فلكونه غير سببي مع عدم إفادة تقوّي الحكم) ۔ إذ لو كان سببيًّا نحو: ((زيد قام أبوه)) أو مفيداً للتقوّي نحو: ((زيد قام)) فهو جملة قطعاً ۔

مسند کو مفرد (غیر جملہ) لانے کے لیے دو شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ۔
1 ۔ مسند غیر سببی ہو ۔
2 ۔ مسند تقوی حکم کا فایدہ نہ دے ۔

اس لیے کہ اگر مسند سببی ہو ۔جیسے : (زید قام أبوہ)
یا تقوی حکم کا فایدہ دے۔ جیسے :(زید قام)
تو وہ قطعی طور پر جملہ ہو گا ۔

(مسند سببی : یعنی جب مسند جملہ ہو اور اس کی ضمیر مسند الیہ کی طرف نہ لوٹے بلکہ اس کے متعلق کی طرف لوٹے ۔
مسند مفید للتقوی : جب مسند جملہ ہو اور اس کی ضمیر مسند الیہ کی طرف لوٹے ۔)

پھر مصنف نے اس عبارت پر ہونے والے تین اعتراضات کے جوابات دیے ہیں جو درج ذیل ہیں :

پہلے اعتراض کا جواب :
وأمّا نحو ((زيد قائم)) فليس بمفيد للتقوّي بل قريب من ((زيد قام)) في ذلك ۔

اعتراض :
یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ ((زید قائم)) میں مسند تقوی حکم کا فایدہ

دینے کے باوجود مفرد ہے حالانکہ آپ نے کہا تھا کہ مسند کے مفرد ہونے کے لیے شرط ہے کہ تقوی حکم کا فایدہ نہ دے ۔
جواب : مصنف اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ((زید قائم)) میں مسند تقوی حکم کا فایدہ دے رہا ہے بلکہ وہ تقوی حکم کا فایدہ دینے میں ((زید قام)) کے قریب ہے ۔

دوسرے اعتراض کا جواب:
وقوله: ((مع عدم إفادة التقوّي)) معناه مع عدم إفادة نفس التركيب تقوّيَ الحكم فيخرج ما يفيد التقوّيَ بحسَب التكرير نحو: ((عرفت عرفت)) أو بحرف التأكيد نحو: ((إنّ زيداً عارف))، أو نقول إنّ تقوّي الحكم في الاصطلاح هو تأكيده بالطريق المخصوص نحو: ((زيد قام)) .

اعتراض:
آپ نے کہا تھا کہ مسند کے مفرد ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ تقوی حکم کا فایدہ نہ دے ۔ اگر وہ تقوی حکم کا فایدہ دے گا تو قطعی طور پر جملہ ہو گا ۔ لیکن ہم آپ کو دو مثالیں دیتے ہیں جن میں مسند تقوی حکم کا فایدہ تو دے رہا ہے لیکن پھر بھی وہ مفرد ہے ۔
1۔ ((عرفت عرفت)) 2۔ ((إنّ زيداً عارف)) ۔
لهذا آپ کی شرط جامع نہ رہی کیوں کہ وہ مفرد کو شامل نہیں ہے ۔

اس کے مصنف نے دو جواب دیے ہیں ۔
جواب نمبر ۔ 1 :
مصنف کہتے ہیں کہ ((مع عدم إفادة التقوّي)) یہاں پر عبارت محذوف ہے اور اصل میں یہ عبارت ہے :
((مع عدم إفادة نفس التركيب تقوّيَ الحكم)).
پتا چلا کہ مسند کے مفرد ہونے کی شرط یہ ہے کہ " مسند نفس ترکیب کے ساتھ تقوی حکم کا فایدہ نہ دے " ۔
اور آپ کی دی گئی مثالوں میں مسند نفس ترکیب کے ساتھ تقوی حکم کا فایدہ نہیں دے رہے بلکہ تکرار اسناد اور حرفِ تاکید کے ساتھ تقوی حکم کا فایدہ دے رہے ہیں ۔ اس لیے یہ دونوں مفرد ہیں ۔
اور مسند کے جملہ ہونے کی شرط یہ ہے کہ " مسند نفس ترکیب کے ساتھ

تقوی حکم کا فایدہ دے " ۔
اور آپ کی دی گئی مثالوں میں مسند نفس ترکیب کے ساتھ تقوی حکم کا فایدہ نہیں رہے اس لیے وہ جملہ نہیں ہیں ۔

جواب نمبر ۔ 2 :
مصنف کہتے ہیں کہ ہم نے تقوی حکم کا اصطلاحی معنی مراد لیا ہے اور اصطلاح میں تقوی حکم سے مراد :
" حکم کی مخصوص طریقہ (تکرار اسناد اور وحدت مسند) سے تاکید لانا ہے ".
جیسے : (زید قام) اس میں وحدت مسند بھی ہے اور تکرار اسناد بھی (کیوں کہ پہلے قیام کی نسبت زید کی طرف کی گئی ہے اور پھر قام کی " ھو " ضمیر بھی زید کی طرف لوٹ رہی ہے) ۔
اور آپ کی دی گئی مثالوں میں تقوی حکم نہیں پایا جا رہا ۔ ((عرفت عرفت)) میں اس طرح کہ اس میں وحدت مسند نہیں ہے ۔ اور ((إنّ زیداً عارف)) میں اس طرح کہ اس میں تکرار اسناد نہیں ہے ۔

تیسرا اعتراض :
فإن قلت : المسند قد يكون غير سببي ولا مفيد للتقوّي ومع هذا لا يكون مفرداً كقولنا : ((أنا سعيت في حاجتك)) و ((رجل جاءني)) و ((ما أنا فعلت هذا)) عند قصد التخصيص .

اعتراض :
آپ نے مسند کے مفرد ہونے کی یہ شرط بیان کی ہے کہ :
" مسند غیر سببی ہو اور تقوی حکم کا فایدہ نہ دے " ۔
لیکن ہم آپ کو ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جن میں یہ دونوں شرائط پائی جا رہی ہیں اس کے باوجود مسند مفرد نہیں ہے بلکہ جملہ ہے ۔
جیسے :
((أنا سعيت في حاجتك)) اور ((رجل جاءني)) اور ((ما أنا فعلت هذا)) ۔جب ان سے تخصیص کا قصد کیا جائے ۔

مصنف نے اس اعتراض کے دو جوابات دیے ہیں

-

قلت: سلّمنا أنْ ليس القصد في هذه الصور إلى التقوّي لكن لا نسلّم أنّها لا تفيد التقوّيَ ضرورة حصول تكرار الإسناد المُوجِب للتقوّي، ولو سلّم
فالمراد أنّ إفراد المسند يكون لأجل هذا المعنى ولا يلزم منه تحقّق الإفراد في جميع صور تحقّق هذا المعنى ۔

1 ۔ پہلا جواب :
ہم یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ ان مثالوں میں تقوی مقصود نہیں ہے لیکن یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ مثالیں تقوی کا فایدہ ہی نہیں دے رہیں ۔
کیوں کہ تکرارِ اسناد کا حصول تقوی حکم کو واجب کرتا ہے ۔

2 ۔ دوسرا جواب :
اگر ہم تسلیم کر بھی لیں کہ ان مثالوں میں تقوی حکم نہیں پایا جا رہا تو بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں یہ دونوں شرائط پائی جائیں گی وہاں مسند مفرد ہوگا ۔ بلکہ ضروری یہ کہ جب بھی مسند مفرد ہو گا وہاں یہ دونوں شرائط ضرور پائی جائیں گی ۔

(دوسرے جواب کا خلاصہ :
كلّما تحقّق الإفراد تحقّق هذا المعنى ولا يلزم منه أنّه كلّما تحقّق هذا المعنى تحقّق الإفراد.
جب بھی افراد پایا جائے گا یہ شرائط بھی پائی جائیں گی لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جب یہ شرائط پائی جائیں تو افراد بھی پایا جائے ۔)

ثم السببيّ والفعليّ من اصطلاحات صاحب "المفتاح" حيث سمّى في قسم النحو الوصفَ بحال الشيء نحو: ((رجل كريم)) وصفاً فعليًا والوصفَ بحال ما هو من سببه نحو: ((رجل كريم أبوه)) وصفاً سببيًا، وسمّى في علم المعاني المسندَ في نحو ((زيد قام)) مسنداً فعليًا وفي نحو ((زيد قام أبوه)) مسنداً سببيًا

پھر مصنف کہتے ہیں کہ مسند کو سببی اور فعلی کی طرف تقسیم کرنا صاحب مفتاح العلوم علامہ سکاکی کی اصطلاح ہے ۔ انھوں نے اپنی کتاب میں دو علوم بیان کیے ہیں ۔
1 ۔ علم نحو۔ 2 ۔ علم بلاغت
علم نحو میں جس جگہ موصوف صفت کو زکر کیا ہے وہاں انھوں نے صفت کی دو قسمیں کی ہیں ۔
1 ۔ وصف فعلی : وصف بحال الشیء (صفت موصوف کی ذات کے لیے ثابت ہو) ۔ جیسے :
((رجل کریم))
2 ۔ وصف سببی : وصف بحال ما ھو من سببه ۔ (صفت موصوف کے متعلق کے لیے ثابت ہو) ۔ جیسے :
((رجل کریم أبوه))

اور علم معانی میں مسند کی دو قسمیں کی ہیں ۔
1 ۔ مسند فعلی ۔ جیسے :
((زید قام))
2 ۔ مسند سببی ۔ جیسے :
((زید قام أبوه))

وفسَّرهما[3] بما لا يخلو عن صعوبة وانغلاق، فلهذا اكتفى المصنف في بيان المسند السببيّ بالمثال وقال (والمراد بالسببيّ نحو {{ زيد أبوه منطلق }}) وكذا ((زيد انطلق أبوه)).

اعتراض :
مصنف نے مسند کی اقسام میں صرف مثالوں پر اکتفاء کیا ہے ۔ قاعدہ تو یہ تھا کہ مصنف پہلے مسند کی قسموں کی تعریف کرتے پھر مثالیں دیتے ۔
جواب :
صاحب مفتاح العلوم (علامہ سکاکی) نے جو مسند کی اقسام کی

تعریفات بیان کی ہیں وہ بہت مشکل اور پیچیدہ ہیں اس لیے مصنف نے مسند کی اقسام کی تعریفات بیان نہیں کی اور صرف مثالوں پر اکتفاء کیا اور کہا کہ مسند سببی سے مراد {{ زيد أبوه منطلق }} اور ((زيد انطلق أبوه)) کی مثل ہیں ۔

ويمكن أن يُفسَّر المسند السببيّ بجملة عُلِّقتْ على مبتدأ بعائد لا يكون مسنداً إليه في تلك الجملة،

شارح کہتے ہیں کہ مسند سببی کی یہ تعریف کی جاسکتی ہے :
" مسند سببی ایسا جملہ ہے جسے مبتدا پر معلق کیا جائے ایسی ضمیر عائد کے ساتھ جو اس جملہ میں مسند الیہ نہ بنے ".

فخرج المسند في نحو ((زيد منطلق أبوه)) لأنه مفرد وفي نحو ﴿قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ [الإخلاص:١] لأنّ تعليقها على المبتدأ ليس بعائد وفي نحو ((زيد قام)) و ((زيد هو قائم)) لأنّ العائد فيهما مسند إليه، ودخل فيه نحو ((زيد أبوه قائم)) و ((زيد قام أبوه)) و ((زيد مررت به)) و ((زيد ضربت عمراً في داره)) و ((زيد ضربته)) ونحو ذلك من الجمل التي وَقَعتْ خبرَ مبتدأ ولا تفيد التقوّيَ ۔

مزکورہ تعریف کے مطابق مسند سببی بننے کی تین شرائط ہیں :

1 ۔ پہلی شرط: مسند جملہ ہو ۔
اس شرط کی وجہ سے ((زيد منطلق أبوه)) میں " منطلق " مسند سببی نہیں بنے گا ۔ کیوں کہ یہ جملہ نہیں ہے ۔

2 ۔ دوسری شرط: مسند ضمیر عائد پر مشتمل ہو ۔
اس شرط کی وجہ سے ﴿قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ میں " ٱللَّهُ أَحَدٌ " مسند سببی نہیں بنے گا کیوں کہ اس میں ضمیر عائد نہیں ہے ۔

3 ۔ ضمیر عائد مسند الیہ نہ ہو ۔
اس شرط کی وجہ سے ((زيد قام)) میں " قام " اور ((زيد هو قائم))

میں " ھو قائم " مسند سببی نہیں بن سکتے کیوں کہ ان میں ضمیر عائد مسند الیہ ہے ۔

درج ذیل مثالوں میں مسند " مسندِ سببی " میں داخل ہو گا کیوں کہ ان میں ساری شرائط پائی جارہی ہیں ۔

1 ۔ ((زید أبوه قائم))
اس میں " أبوه قائم " مسند سببی ہے کیوں کہ یہ جملہ بھی ہے اور اس میں ضمیر عائد (ہ) بھی ہے ۔ اور وہ مسند الیہ بھی نہیں ہے کیوں کہ وہ مضاف الیہ ہے ۔

2 ۔ ((زید قام أبوه))
اس میں " قام أبوه " مسند سببی ہے کیوں کہ یہ جملہ بھی ہے اور اس میں ضمیر عائد (ہ) بھی ہے ۔ اور وہ مسند الیہ بھی نہیں ہے کیوں کہ وہ مضاف الیہ ہے ۔

3 ۔ ((زید مررت به))
اس مثال میں " مررت به " مسند سببی ہے کیوں کہ یہ جملہ بھی ہے اور اس میں ضمیر عائد (ہ) بھی ہے اور وہ مسند الیہ بھی نہیں ہے کیوں کہ وہ مجرور ہے ۔

4 ۔ ((زید ضربت عمراً في داره))
اس مثال میں " ضربت عمراً في داره " مسند سببی ہے کیوں کہ یہ جملہ بھی ہے اور اس میں ضمیر عائد (ہ) بھی ہے اور وہ مسند الیہ بھی نہیں ہے کیوں کہ وہ مجرور ہے ۔
5 ۔ ((زید ضربته))
اس مثال میں " ضربته " مسند سببی ہے کیوں کہ یہ جملہ بھی ہے اور اس میں ضمیر عائد (ہ) بھی ہے اور وہ مسند الیہ بھی نہیں ہے کیوں کہ وہ مفعول بہ ہے ۔

اسی طرح وہ جملے بھی مسند سببی میں داخل ہوں گے جو مبتدا کی

خبر واقع ہوں اور تقوی کا فایدہ نہ دیں ۔

والعمدة في ذلك تتبّع كلام السكّاكي لأنا لم نجد هذا الاصطلاح لمن قبله
شارح علامہ تفتازانی کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں بہتر اور عمدہ یہی ہے کہ علامہ سکاکی کے کلام کی پیروی کی جائے کیوں کہ ہم ان سے پہلے والوں میں یہ اصطلاح نہیں پائی ۔

چوتھی حالت

مسند کا فعل ہونا

وأمّا كون المسند فعلاً فللتقييد بأحد الأزمنة الثلاثة على أخصرِ وجهٍ مع إفادة التجدّد

مسند کو فعل اس لیے لایا جاتا ہے کہ مختصر طریقہ پر تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید ہو جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تجدد کا فایدہ دے ۔

وأمّا كونه) أي: المسند (فعلاً فللتقييد) أي: تقييد المسند (بأحد الأزمنة الثلاثة) أعني الماضيَ وهو الزمان الذي قبل زمانك الذي أنت فيه والمستقبلَ وهو الزمان الذي يترقّب وجوده بعد هذا الزمان والحالَ وهو أجزاء من أواخر الماضي وأوائل المستقبل متعاقِبةً من غير مهلة وتراخ وهذا أمر عرفي؛

مسند کو فعل اس لیے لایا جاتا ہے تاکہ تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید ہو جائے ۔
تین زمانوں سے مراد :
1 ۔ زمانہ ماضی : جس زمانے میں تو موجود ہے اس سے پہلے کا زمانہ ۔
2 ۔ زمانہ مستقبل : موجودہ زمانے کے بعد جس زمانے کے وجود کا انتظار کیا جائے ۔
3 ۔ زمانہ حال : وہ اجزاء جو زمانہ ماضی کے آخر اور زمانہ مستقبل کی ابتدا میں پے درپے اور بلا مہلت و تراخی کے ہوں ۔ یہ تعریف عرف پر مبنی ہے ۔

وذلك لأنّ الفعل دالّ بصيغته على أحد الأزمنة الثلاثة من غير احتياج إلى

قرينة تدلّ على ذلك بخلاف الاسم فإنّه إنّما يدلّ عليه بقرينة خارجيّة كقولنا: ((زيد قائم الآن أو أمس أو غداً)) ولهذا قال (على أخصرِ وجهٍ) ولمّا كان التجدّدُ لازماً للزمان لكونه كمًّا غيرَ قارّ الذات أي: لا يجتمع أجزائه في الوجود والزمانُ جزءًا من مفهوم الفعل كان الفعل مع إفادته التقييدَ بأحد الأزمنة الثلاثة مفيداً للتجدّد وإليه أشار بقوله (مع إفادة التجدّد) ۔

اعتراض :
یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے مسند کو فعل لانے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ مسند کو تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید کر تا ہے ۔ حالانکہ اسم بھی مسند کو تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید کرتا ہے ۔ جیسے :
((زيد قائم الآن أو أمس أو غداً))
لہذا آپ کی علت درست نہیں ہے ۔

جواب :
مصنف نے (على أخصرِ وجهٍ) اور (مع إفادة التجدّد) کہہ کر اس کا جواب دیا ہے کہ ہماری مسند کو فعل لانے کی علت صرف یہ نہیں ہے کہ وہ مسند کو تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید کرتا ہے بلکہ ہماری علت یہ ہے کہ :
" فعل مختصر طریقے پر مسند کو تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تجدد کا فایدہ بھی دیتا ہے " ۔
مختصر طریقے پر مقید کرنے کی وضاحت :
فعل اپنے صیغے کے ساتھ ازمنہ ثلاثہ پر دلالت کرتا ہے اور قرینہ کی طرف محتاج نہیں ہوتا جبکہ اسم ازمنہ ثلاثہ پر دلالت کرنے کے لیے خارجی قرینہ کی طرف محتاج ہوتا ہے ۔
تجدد کا فایدہ دینے کی وضاحت :
زمانہ کے لیے تجدد لازم ہے کیوں کہ زمانہ غیر قارّ الذات مقدار ہے ۔ یعنی زمانہ کے اجزاء (ماضی ، حال ، مستقبل) وجود میں جمع نہیں ہو سکتے ۔ اور زمانہ مفہومِ فعل (مصدری معنی ، زمانہ اور نسبت الی الفاعل) کا جزء ہے ۔ لہذا فعل بھی تجدد کا فایدہ دے گا جبکہ اسم تجدد کا فایدہ نہیں دیتا

-

كقوله) أي: كقول طريف بن تميم (أَوَ كُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ) هو متسوَّق للعرب كانوا يجتمعون فيه فيتناشدون ويتفاخرون وكانت فيه وقائع (قَبِيْلَةٌ * بَعَثُوْا إِلَيَّ عَرِيْفَهُمْ) وعريفُ القوم القيِّم بأمرهم الذي شهر وعُرف بذلك (يَتَوَسَّمُ) أي: يصدر عنه تفرّسُ الوجوه وتأمّلُها شيئاً فشيئاً ولحظةً فلحظةً .

فعل کے مختصر طریقے پر زمانے اور تجدد کا فایدہ دینے کی مثال :
جیسے طریف بن تمیم شاعر کا قول :
(أَوَ كُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ قَبِيْلَةٌ * بَعَثُوْا إِلَيَّ عَرِيْفَهُمْ يَتَوَسَّمُ)
" جب بھی عکاظ میں کوئی قبیلہ آتا ہے * تو وہ میری طرف اپنے سردار کو بھیجتے ہیں جو مجھے غور سے دیکھتا رہتا ہے "
ہماری بحث " يَتَوَسَّمُ " سے ہے ۔ کیوں کہ یہ فعل اور مسند ہے اور اسے اختصار کے ساتھ زمانہ اور تجدد پر دلالت کرنے کے لیے لایا گیا ہے ۔ کیوں کہ اس کا معنی ہے کہ " وہ غور سے دیکھتا رہتا ہے " ۔ اگر اسم " متوسم " لاتے تو وہ اختصار اور تجدد کا فایدہ نہ دیتا ۔
عکاظ : عربوں کا ایک بازار ہے جس میں وہ جمع ہوتے تھے اور شعر گوئی اور باہم فخر کرتے اور اس میں بڑے اہم واقعات ہوتے تھے ۔
عریف القوم : عریف قوم کے سردار کو کہتے ہیں جو سرداری میں مشہور ہو ۔

پانچویں حالت مسند کو اسم لانا

(وأمّا كونه) أي: المسنَد (اسماً فلإفادة عدَمِهما) أي: عدم التقييدِ المذكور وإفادةِ التجدّد يعني: لإفادة الدوامِ والثبوتِ لأغراض تتعلّق بذلك (كقوله: لاَ يأْلَفُ الدِّرْهمُ المضْرُوبُ صُرَّتَنَا *) وهو ما يَجتمع فيه الدراهمُ (لكِنْ يَمُرُّ عَلَيها وهو مُنْطَلِقُ) يعني: أنّ الانطلاق مِن الصُّرّة ثابت للدرهم دائماً

مسند کو اسم لانے کا بیان

مسند کو اسم لانے کی درج ذیل وجوہات ہیں :
1 ۔ أزمنة ثلاثة میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید نہ کرنے یعنی دوام کا فایدہ دینےکے لیے ۔
2 ۔ عدم تجدد یعنی ثبوت کا فایدہ دینے کے لیے ۔
جیسے شاعر کا قول :
" مہر والے درہم ہماری تھیلیوں سے محبت نہیں کرتے * بلکہ وہ اس پر چلتے ہوئے گزر جاتے ہیں "
ہماری بحث " منطلق " سے ہے ۔ " منطلق " اسم اور مسند ہے ۔ اور اس میں ثبوت و دوام کا معنی پایا جا رہا ہے ۔ کیوں کہ درہم کے لیے تھیلی سے انطلاق دائمی طور پر ثابت ہے ۔

قال الشيخ عبد القاهر : موضوع الاسم على أن يثبت به الشيء للشيء مِن غير اقتضاء أنه يتجدّد ويحدث شيئاً فشيئاً، فلا تعرّض في ((زيد منطلق)) لأكثر من إثبات الانطلاق فعلاً له كما في ((زيد طويل)) و ((عمرو قصير))

اعتراض : شیخ عبد القاہر نے کہا کہ :
" اسم کو اس لیے وضع کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے ایک چیز کو دوسری چیز کے لیے ثابت کیا جائے بغیر اس بات کا تقاضا کیے کہ وہ شیئاً فشیئاً تجدد و دوام کا فایدہ دے " ۔
لہذا ((زید منطلق)) سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ انطلاق زید کا فعل ہے ۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انطلاق زید کے لیے دوام کے ساتھ ثابت ہے یا تجدد کا ساتھ ۔ جیسے ((زید طویل)) اور ((عمرو قصیر)) سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ زید کے لیے طول ثابت ہے اور عمرو کے لیے قصر ثابت ہے دوام ثابت نہیں ہوتا ۔

جواب :
آپ کا اعتراض درست نہیں ہے کیوں کہ شیخ عبد القاہر نے یہ کہا ہے کہ " اسم کو اس لیے وضع کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے ایک چیز کو دوسری چیز کے لیے ثابت کیا جائے ۔ دوام اور تجدد کا معنی وضع سے ثابت نہیں

ہوتا " ۔
اور ہم نے جو (منطلق) ، (طویل) اور (قصیر) کے لیے دوام اور (یتوسم) کے لیے تجدد ثابت کیا ہے وہ وضع کی وجہ سے نہیں بلکہ قرینہ خارجیہ (اسم فاعل) ، (صفت مشبہ) اور (فعل مضارع) کی وجہ سے کیا ہے ۔ لہذا آپ کا اعتراض غلط ہے ۔

چھٹی حالت

مسند کو مقیّد کرنا

(وأمّا تقييد الفعل) وما يشبهه من اسم الفاعل والمفعول وغيرهما (بمفعول) مطلق أو به أو فيه أو له أو معه (ونحوِه) من الحال والتمييز والاستثناء (فلتربية الفائدة) لأنّ الحكم كلّما زاد خصوصاً زاد غرابةً وكلّما زاد غرابةً زاد إفادةً كما يظهر بالنظر إلى قولنا: ((شيء ما موجود)) و ((فلان بن فلان حفظ التوراة سنة كذا في بلدة كذا))

فعل اور شبہ فعل (اسم فاعل ، اسم مفعول ، صفت مشبہ اور اسم تفضیل) کو تربیتِ فایدہ (فایدہ بڑھانے) کے لیے مفعول (مطلق ، به ، فیه ، معه اور له) اور اس کی مثل (حال ، تمییز اور استثناء) کے ساتھ مقید کردیا جاتا ہے ۔
کیوں کہ حکم جب خصوصیت میں زیادہ ہوگا تو غرابت میں زیادہ ہو گا ، اور جب غرابت میں زیادہ ہوگا تو فایدہ دینے میں زیادہ ہوگا جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے ظاہر ہو گا ۔
((شيء ما موجود))
اس مثال میں کسی بھی چیز کے موجود ہونے کا حکم ہے جو کہ غیر مفید ہے کیوں کہ یہ تو ہر کسی کو معلوم ہے ۔
((فلان بن فلان حفظ التوراة سنة كذا في بلدة كذا))
اس مثال میں چونکہ قیودات زیادہ ہیں تو فوائد بھی کثیر ہیں جو کہ ظاہر ہیں ۔

ولمّا استشعر سؤالاً وهو أنّ خبرَ ((كَانَ)) من مشبهات المفعول والتقييدَ به ليس لتربية الفائدة لعدمِ الفائدة بدونه، أشار إلى جوابه بقوله: {والمقيّد في نحو: ((كان زيد منطلقاً)) هو ((منطلقاً)) لا ((كان)) } لأنّ ((منطلقاً)) هو نفس المسند و ((كان)) قيد له للدلالة على زمان النسبة كما إذا قلت: ((زيد منطلق في الزمان الماضي)) .

اعتراض:
آپ نے کہا تھا کہ فعل یا شبہ فعل کو مفعول وغیرہ کے ساتھ مقید کرنے سے فایدہ میں اضافہ ہوتا ہے ۔ لیکن ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں آپ کا قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے ۔ جیسے :
((کان زید منطلقاً))
اس مثال میں ((کان)) مقید ہے اپنی خبر ((منطلقاً)) کے ساتھ (جو کہ منصوب ہونے میں مفعول کے مشابہ ہے) لیکن اس قید سے فایدہ میں اضافہ نہیں ہو رہا ۔

جواب : آپ کا اعتراض غلط ہے کیوں کہ ((کان زید منطلقاً)) میں مقید ((کان)) نہیں بلکہ ((منطلقاً)) ہے ۔
یعنی ((منطلقاً)) مقید ہے اور ((کان)) قید ہے جو نسبت کے زمانہ پر دلالت کر رہا ہے ۔ اور اس سے فایدہ میں اضافہ بھی ہو رہا ہے کیوں کہ ((زید منطلقاً)) کا معنی تھا " زید چلنے والا ہے " جب ((کان)) کی قید لگائی تو معنی ہوگیا " زید زمانہ ماضی میں چلنے والا تھا " .

ساتویں حالت

مسند کی تقیید کو ترک کرنا

(وأمّا تركه) أي: ترك التقييد (فلمانع منها) أي: من تربية الفائدة مثل خوفِ انقضاء المدّة والفرصة أو إرادةِ أن لا يطّلع الحاضرون على زمان الفعل أو مكانه أو مفعوله أو عدمِ العلم بالمقيِّدات أو نحوِ ذلك

اگر " تربیت فایدہ " (فایدہ بڑھانے) سے کوئی مانع پایا جائے تو فعل کو (مفعول وغیرہ کے ساتھ) مقید نہیں کیا جاتا ۔ مثلاً :
1 ۔ مدت اور فرصت کے ختم ہونے کا خوف ہو ۔ جیسے :
شکاری کا کہنا (الغزال وقع) ۔ اس نے (في الشرك) نہیں کہا اس خوف سے کہ کہیں ہرن بھاگ نہ جائے ۔

2 ۔ یا متکلم کا ارادہ ہو کہ حاضرین کو فعل کے زمان ، مکان اور مفعول پر مطلع نہ کرے ۔ جیسے کوئی کہے :
(زید نصر) اور فعل کا زمان ، مکان اور مفعول زکر نہ کرے تاکہ حاضرین اس پر مطلع نہ ہو جائیں ۔

3 ۔ یا متکلم کو مقیدات کا علم نہ ہو ۔ جیسے کوئی کہے:
(أعطيت) اور علم نہ ہونے کی وجہ سے فعل کا زمان ، مکان اور مفعول زکر نہ کرے ۔
4 ۔ یا محض اختصار کی وجہ سے جب متکلم کی طرف سے تکلیف یا بوریت یا سامع کی بوریت کے خوف کی وجہ سے مقام اس کا تقاضا کرتا ہو۔

آٹھویں حالت

مسند کو شرط کے ساتھ مقید کرنا

(وأمّا تقييده) أي: الفعل (بالشرط) مثل ((أكرمك إن تكرمني)) و ((إن تكرمني أكرمك)) (فلاعتبارات) وحالات تقتضي تقييدَه به (لا تُعرَف إلاّ بمعرفة ما بين أدواته) يعني: حروف الشرط وأسمائه (من التفصيل وقد بُيّن ذلك) أي: التفصيل (في علم النحو) وفي هذا الكلام إشارة إلى أنّ الشرط في عرف أهل العربيّة قيدٌ لحكم الجزاء مثل المفعول ونحوه فقولك: ((إن جئتني أكرمك)) بمنزلة قولك: ((أكرمك وقتَ مجيئك إيّايَ

)) ، ولا يخرج الكلام بهذا القيد عمّا كان عليه من الخبريّة والإنشائيّة بل إن كان الجزاء خبراً فالجملة الشرطيّة خبريّة نحو ((إن جئتني أكرمك)) وإن كان إنشاءً فإنشائيّة نحو: ((إن جاءك زيد فأكرمه)) ، وأمّا نفس الشرط فقد أخرجته الأداة عن الخبريّةِ واحتمالِ الصدق والكَذِب

فعل کو شرط کے ساتھ مقید کرنا :
اعتبارات اور حالات (نکات) کے تقاضا کرنے کی وجہ سے فعل کو شرط کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے ۔ جیسے :
((أكرمك إن تكرمني)) اور ((إن تكرمني أكرمك)) ۔ اور ادوات شرط (حروف شرط اور اسمائے شرط) کے مابین تفصیل کی معرفت کے بغیر ان اعتبارات و حالات کی معرفت حاصل نہیں ہوتی ۔ اور یہ تفصیل علم نحو میں بیان کردی گئی ہے ۔
اور اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل عرب کے عرف میں شرط حکمِ جزا کی قید ہے جیسے مفعول وغیرہ قید بنتے ہیں ۔ لہذا تمہارا قول((إن جئتني أكرمك)) یہ ((أكرمك وقتَ مجيئك إيّايَ)) کے درجے میں ہے ۔
اور اس قید کی وجہ سے کلام خبریہ اور انشائیہ سے خارج نہیں ہو گا بلکہ اگر جزاء خبر ہو تو جملہ شرطیہ خبریہ ہو گا ۔ جیسے :
((إن جئتني أكرمك))
اور اگر جزاء انشاء ہو تو جملہ شرطیہ انشائیہ ہوگا ۔ جیسے :
((إن جاءك زيد فأكرمه))
بہر حال نفسِ شرط کو ادواتِ شرط نے خبریہ ہونے اور صدق و کذب کے احتمال سے خارج کر دیا ہے ۔

وما يقال من أنّ كُلاًّ من الشرط والجزاءخارج عن الخبريّةِ واحتمالِ الصدق والكذب وإنّما الخبر هو مجموعُ الشرط والجزاء المحكومُ فيه بلزوم الثاني للأوّل فإنّما هو اعتبار المَنطِقيِّين فمفهومُ قولنا ((كلّما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود)) باعتبار أهل العربيّة الحكمُ بوجود النهار في كلّ وقت من أوقات طلوع الشمس فالمحكوم عليه هو النهار والمحكوم به هو الموجود، وباعتبار المنطقيّين الحكمُ بلزوم وجود النهار لطلوع الشمس فالمحكوم

عليه طلوع الشمس والمحکوم به وجود النهار فکَم مِن فرْق بین الاعتبارَین ۔

اعتراض :
یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ علامہ تفتازانی نے " مطول " میں کہا ہے کہ " شرط و جزاء دونوں خبریہ ہونے اور صدق و کذب کے احتمال سے خارج ہیں ۔ نہ صرف شرط خبر ہے اور نہ ہی صرف جزاء ۔ بلکہ خبر ان دونوں کے مجموعہ کا نام ہے " ۔ اور یہاں کہا ہے کہ " شرط خبریہ ہونے اور صدق و کذب کے احتمال سے خارج ہے اور خبر صرف جزاء کا نام ہے " ۔ جب مصنف ایک ہے تو فرق کیوں آیا ؟

جواب : دونوں کتابوں میں فرق اس لیے آیا ہے کہ مصنف نے " مطول " میں منطقیوں کے مذہب کے مطابق کلام کیا ہے اور یہاں اہل عرب کے مذہب کے مطابق ۔
اس کی وضاحت درج ذیل مثال سے کرتے ہیں :
((کلّما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود))
اہل عرب کے نزدیک چونکہ خبر صرف جزاء ہوتی ہے اور شرط حکمِ جزاء کی قید ہوتی ہے اس لیے " النهار " محکوم علیہ (مسند الیہ) ہے اور " موجود " محکوم بہ (مسند) ہے ۔ اور " وجود النهار في کلّ وقت من أوقات طلوع الشمس " حکم ہے ۔
اور منطقیوں کے نزدیک چونکہ شرط و جزاء کا مجموعہ خبریہ ہوتا ہے اس لیے شرط یعنی " الشمس طالعة " محکوم علیہ (مسند الیہ) ہے اور جزاء یعنی " النهار موجود " محکوم بہ (مسند) ہے اور " لزوم وجود النهار لطلوع الشمس " حکم ہے ۔